سوال

(81) مذہب اہل حدیث

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مذہب اہل حدیث

ٹھیٹھ اسلام اورمذہب اہل حدیث ہر دو میں فرق ہے یا دونوں لفظ ایک ہی مطلب ادا کرتے ہیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مذہب اہل حدیث

جواب۔ قرآن میں ہے۔۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ سورة النور

ترجمہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے۔ جو تم سے ایمان لائے اوراچھے عمل کرے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے پہلے لوگوں کو خلیفے بنایا اوران کے دین کو جگہ دے گا جوان کےلئے پسند کیا۔

مشکواۃ باب الاعتصام فصل اول میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الاکمان لہفی امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون مالا یفعلون مالا یومرون فمن جاہدہم بیدہ فہو مومن ومن جاہدہم بلسانہ فہو مومن ومن جاہدہم بقلبہ فہو مومن ولیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل

(رواہ مسلم) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے ہر نبی کے دوست اور اصحاب تھے جو اس کے طریقہ کولیتے اوراس کے حکم پر چلتے پھر ان کے بعد نالائق پیدا ہوجاتے جو کہتے وہ بات جو نہ کرتے اورکرتے وہ بات جو نہ حکم دیئے جاتے پس جو شخص جہاد کرے ان سے ساتھ ہاتھ اپنے کے وہ مومن ہے۔ اور جو جہاد کرے۔ ساتھ زبان اپنی کے وہ مومن ہے۔ اور جو جہاد کرے ساتھ دل اپنے کے یعنی دل سے برا جانے اور دشمنی رکھے۔ وہ مومن ہے۔ اور ورے اس کے ایک رائی برابر بھی ایمان نہیں روا یتیا اس کو مسلم نے۔

کتاب رزین اورکتاب الدخل للبیہقی میں ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین

(مشکواۃ مع مرقاۃ کتاب العلم فصل ثانی) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دینی علم کو ہر خلف سے عدول (یعنی ثقہ لوگ) اُٹھائیں گے یعنی دور کرینگے۔ اس سے تحریف حد سے بڑھنے والوں کی اور جھوٹ باطل والوں کا اور تاویل جاہلوں کی

صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا طریق

اس آیت اور دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طریق پر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تھے وہی رسول اللہ ﷺ دنیا میں چھوڑ کر گئے تھے۔ اسی کو اللہ نے پسند کیا اس آیت سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے وعدہ کیا ہے کہ تمھیں خلیفہ بنائے گا۔ اور تمہارے دین کو جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ جگہ دے گا۔ سو یہ وعدہ پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے ہی ہاتھ پر پورا ہوا ہے۔ اور پہلی حدیث سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں زکر ہے کہ ہر نبی کے حواری اور اصحاب تھے۔ جو اس کے طریق پر چلتے تھے۔ پھر پیچھے نالائق پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سے مقصود آپ ﷺ کا یہ تھا کہ میری امت میں ایسا ہی ہوگا۔ ایس واسطے اخیر میں فرمایا کہ جو شخص ان سے تلوار کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے۔ اور جو زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے۔ اور جو دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے۔ الخ۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں علی العموم فرمایا ہے۔ کہ ہر خلف میں عدول ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے بعد جن لوگوں کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ سب آپ کے خلف تھے۔ اور صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین ان کے عدول تھے۔ پس وہ اس حدیث کے اول مصداق ہوں گے۔ پس اس آیت اور دونوں حدیثوں سے اور ان جیسی اور آیتوں و حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جس طریق پر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تھے وہی رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے اور وہی اللہ کو پسند تھا۔ چونکہ اس پر اتفاق ہے۔ اس لئے زیادہ حوالوں کی ضرورت نہیں صرف تنبیہ کے لئے ایک آیت اور دو حدیثیں زکر کر دی ہیں۔ اب سنئے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کس طریق پر تھے۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طریق

شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 38 لغایت ص 40 میں بحوالہ دارمی لکھتے ہیں۔

کان اذ ابکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینہم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ قضی بہ فان اعیاہ خرج فسال المسلمین فربما اجتمع علی النفر کلہم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ قضاء فیقول الحمد للہ الذي جعل فینا م یحفظ علی نبینا فان اعیاہ ان یجد فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع روس الناس وخیارہم فاستارہم فاذا اجتمع رایہم علی امر قضی بہ

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی جھگڑا آتا تو اللہ کی کتاب میں نظر کرتے اگر اس میں پاتے تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث معلوم ہوتی تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے۔ اگر حدیث بھی معلوم نہ ہوتی تو باہر نکل کر مسلمانوں سے دریافت کرتے کرنے سے بعض دفعہ کئی ایسے شخص مل جاتے جو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ زکر کرتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے محفوظ ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی نہ ملتی تو بڑے لوگوں کو اور بہتر ان کے کو جمع کر کے مشورہ لیتے پس جب کسی بات پر ان کی رائے متفق ہو جاتی تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے۔

خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا طریق

وعن شریح ان عمر بن خطاب کتب الیہ ان جاءک شئ فی کتاب اللہ فاقض بہ ولا یلتفتنک عنہ الرجال فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بہا فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ وان جاءک مالیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یتکلم

فیہ احد قبلک فاختر اي الامرین شئت ان شئب ان تتاخر فتاخرولااري التاخرالاخیر الک

اور شریح سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف لکھا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرو اس سے تمھیں لوگ نہ پھیر دیں اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ ﷺ کو دیکھو۔ اور اس کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں ہو تو پھر جس پر لوگوں کا اجتماع ہو اس کو لو۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں ہو نہ تجھ سے پہلے اس میں کسی نے کلام کیا ہو تو دو باتوں سے جونسی بات چاہو اختیار کرو۔ اگر اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کر کے آگے بڑھنا چاہو تو آگے بڑھو۔ اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو پیچھے ہٹو۔ لیکن پیچھے ہٹنے میں تمہارے لئے بہتری دیکھتا ہوں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریق

وعن عبداللہ بن مسعود قال اتی علینا زمان لسنا نقضي ولسنا ہنالک وان اللہ قدر من الامران قد بلغنا ماترون فمن عرض لہ قضاء بعد الیو مفلیقض فیہ بما فی کتاب اللہ عزوجل فان جاء ہ مالیس فی کتاب اللہ فلیقض بما قضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قان جاء مالیس فی کتاب اللہ ولم یقض بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیقض بما قضی بہ الصالحون ولایقل انی اخال وانی اري

اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر ایک زمانہ آیا تھا۔ کہ نہ ہم فیصلہ کرتے تھے۔ نہ فیصلہ کرنے کے لائق تھے۔ اور تقدیر الٰہی میں نہ تھا کہ ہم اس مرتبہ کو پہنچیں۔ جو تم آج دیکھ رہے ہو۔ پس آج کے بعد جس کو کوئی ایسا فیصلہ پیش آجائے۔ جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرے اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہو تو نیک لوگوں کے فیصلے کے ساتھ فیصلہ کرے اور یوں نہ کہے کہ میرا خیال اسی طرح ہے اور میری رائے یہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا طریق

وکان ابن عباس اذاسئل عن الامر وکان فی القران اخبر بہ وان لم یکن فی القران وکان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بہ فان لم یکن فعن ابی بکر وعمر فان لم یکن قال فیہ برایہ

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی مسئلہ پوچھے جاتے جو قرآن مجید میں ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ سے ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے اگر رسول اللہ ﷺ سے بھی نہ ہوتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دیتے اگر ان سے بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے کہتے۔

مقلد جاہل ہوتا ہے

علامہ شوکانیؒ القول المفید میں لکھتے ہیں۔

محض تقلید پر کفایت کرنا اس کو تو کوئی دانا پسند نہیں کرتا اور مقلد بینائی پر نہیں۔ اور نہ مقلد حقیقت میں علم سے موصوف ہوسکتا ہے۔ کیونکہ تقلید بالاتفاق علم کا راستہ نہیں اگر کوئی دلیل مانگے تو ہم کہیں گے۔ اللہ فرماتا ہے۔ حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اور فرماتا ہے اس شے کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ تیری رائے میں ڈالے اور فرماتا ہے۔ اللہ پر وہ بات نہ کہو جو تم نہیں جانتے اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم معرفت معلوم کا نام ہے۔ اس حال پر جس حال پر وہ ہو پس مقلد کو ہم کہتے ہیں۔ جب اختلاف ہو جائے۔ تو تجھے اپنے امام کے قول کی صحت اور ایک عبادت کی دوسری عبادت پر ترجیح کس طرح معلوم ہے مقلد آگے سے جواب میں جو کچھ کہے گا وہ اسی پر نوٹ جائے گا کیونکہ جب وہ دلیل دے گا تو اس کو کہا جائے گا کہ جس کے اندر استدلال کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ مقلد نہیں ہوسکتا۔ پس تیرا تقلید پر استدلال کرنا ہی تیرے دعوے کو توڑ رہا ہے۔ خصوصا جب کہ ایسی گفتگو مقلد کے امام کی کسی فضیلت میں شروع ہو جائے۔ کیونکہ کسی امام کی فضیلت بحیثیت مجتہد ہونے کے مجتہد ہی معلوم کرسکتا ہے۔ مقلد کو کیا معلوم میرا امام اجتہاد میں زیادہ تھا۔ یا کوئی اور یا کسی عبادت میں گفتگو شروع

ہوجائے جو بعض آئمہ صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین اس کے مخالف ہو کیونکہ عبادت کا معاملہ زرانازک ہے ۔ تو مقلد اس میں نہایت بعید ہے بہر حال تقلید کہتے ہیں ۔ کسی کا قول بغیر دلیل کے لینا پس تقلید علم کا ذریعہ کس طرح بن سکتی ہے ۔ اگر علم ہوتا تو تقلید کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ تقلید کا اعتماد قطع پر ہے بلکہ شبہ پر ہے ۔

تقلید بدعت ہے

وہو ایضا فی نفیہ بدعۃ محدثۃ لانا نعلم بالقطع انلا صحابۃ رضوان اللہ علیھم لم یکن فی زمانہم وعصرہم مذہب لرجل معین یدرک اویقلد وانما کانوا یرجعون فی النوازل الی الکتاب والسنۃ اوالی ما یتمخضینھم من النظر عند فقد الدلیل

اور تقلید فی نفسی بھی بدعت ہے ۔ محدث ہے کیونکہ ہم قطعا جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہ تھا جو اس کی حاصل کیا جائے یا اس کی تقلید کی جائے اور سواس کے نہیکہ حادثوں میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے جب کہ کتاب وسنت میں دلیل نہیں ملتی ۔

تابعین کا طریق

وکذالک تابعوہم ایضا یرجعون الی الکتاب والسنۃ فان لم یجدوا نظروا واما اجمع علیہ الصحابۃ فان لمیجدوا اجتھدوا واختار بعضھم قول صحابی فواہ الاقوي في دین اللہ تعالی

اور اسی طرح تابعین کی حالت تھی وہ بھی کتب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے ۔ پس اگر کوئی مسئلہ کتاب وسنت کی طرف نہ پاتے تو اس بات کو دیکھتے جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کا اجماع ہے ۔ اگر اجماع نہ بھی ہوپاتے تو اپنے طور پر اجتہاد کرتے اور بعض ان کے صحابی کے قول کے لیتے پس اس کو اللہ کے دین میں قوی سمجھتے

آئمہ اربعہ کا طریق

ثم کان القرن الثالث وفیہ کان ابو حنیفۃ ومالک والشافعی وابن حنبل فان مالکا توفی سنۃ تسع وسبعین ومائۃ وتوفی ابو حنیفۃ سنۃ خمسین ومائۃ وفی ہذہ السنۃ ولد الامام الشافعی وولد ابن حنبل سنۃ اربع وستین مائۃ وکانوا علی منہاج من مضی لمیکن فی عصرہم مذہب رجل معین یتدارسوہو علی قري منہم کان اتباعہم فکم من قولۃ لمالک ونظرائۃ خالفہ فیہا اصحابہ ولو نقلنا لک ذلک مخرجنا عن مقصود ذلک الکتاب ماذاک الا لجمعہم الات الاجتہاد وقدرتہم علی ضروت الاستباطات ولقد صدق اللہ نبیہ فی قولہ خیر القون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ذکر بعد قرنہ قرنین والحدیث فی صحیح البخاري

پھر تیسرا قرن ہوا اس میں آئمہ اربعہ تھے ۔ کیونکہ امام مالک 179ء میں فوت ہوئے اور امام ابو حنیفہ ہوئے یہ سب گزشتہ لوگوں کے طریق پر تھے ۔ ان کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہ تھا ۔ جس کا درس ہوا نھیں کی اتباع بھی انھیں کے قریب تھے ۔ امام مالک کے بہت اقوال اور اجتہادات ایسے ہیں جن میں ان کے اصحاب مخالف ہیں ۔ اگر ہم سب اقوال نقل کریں تو کتاب کے اصل مقصد سے نکل جایئں اس کا سبب یہی تھا کہ ان کو اسباب اجتہاد حاصل تھے ۔ اور استنباط کی قسموں پر قادر تھے ۔ جو لوگ اماموں کے اصحاب کو اماموں کے مقلد کہتے ہیں ۔ وہ غلط ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس قول میں سچا کردیا ۔ کہ بہتر زمانہ میرا ہے پھر جو ان کے نزدیک ہیں اور پھر جو ان کے نزدیک ہیں اپنے زمانوں کے بعد دو زمانوں کا زکر کیا اور یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے ۔

اجماع صحابہ رضوان عنھم اجمعین

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص 630 میں ہے ۔

اجمع الصحابۃ علی ان من استفتی ابا بکر و عمر امیر المومنین فلہ ان یستفتی ابا ہریرۃ و معاذ بن جبل و غیر ہما و یعمل بقولہم من غیر نکیر

صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتویٰ پوچھے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ بن جبلرضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے سوااوروں سے بھی فتویٰ پوچھ کر عمل کرسکتا ہے کسی کو اس سے انکار نہیں۔

شاہ ولی اللہ کا فیصلہ

شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 59میں لکھتے ہیں۔

قال ابن اہمام فی اخر التحریر کا نوا یستفتون مرۃ واحدا و مرۃ غیرہ غیر ملتزمین مفتیا واحدا

ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کبھی کسی سے فتویٰ پوچھتے تھے کبھی کسی سے ایک مفتی کا الزام نہ تھا۔

تقلید چوتھی صدی کے بعد کی پیداوار ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

جان لیں کہ چوتھی صدی سے پہلے کے لوگ مذہب معین کی تقلید خالص پر جمع نہ تھے۔ ابو طالب مکی قوت القولب میں فرماتے ہیں۔ کہ کتب اور مجموعات (مذہبی) بدعت ہیں۔ اور لوگوں کے اقوال کا قائل ہونا اور لوگوں سے ایک شخص کے مذہب پر فتویٰ دینا اوراس کے قول کو لینا اور ہر مسئلہ میں اس کے قول کی حکایت کرنا اوراس کے مذہب کی فقہ حاصل کرنا قدیم زمانے کے لوگ اس پر نہ تھے۔ یعنی قرون اولیٰ وثانی میں انتہیٰ۔ شاہ والی اللہ کہتا ہوں۔ کہ قرن اول اورثانی کے بعد ان میں کچھ تخریج امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلانا یہ بات ان میں قدرے پیدا ہوگئی۔ مگر پھر بھی چوتھی صدی کے لوگ اس مذہب کی تقلید خالص پر اوراس کے اندر فقاہت پیدا کرنے پر اوراسی مذہب کے قول کی حکایت کرنے پر جمع نہ تھے جیسا جستجو سے ظاہر ہے۔ بلکہ ان میں علماء بھی تھے۔ اور عوام بھی مسائل اتفاقیہ اور جمہوریہ میں سوا صاحب شرع کے کسی کا پٹہ گلے میں نہیں ڈالتے تھے وضو غسل نماز زکواۃ وغیرہ کا طریقہ اپنے ماں باپ سے یا اپنے شہروں کے معلموں سے سے سیکھتے اور جب کوئی واقعہ پیش آتا تو سوا تعین مذہب کے جس مفتی سے اتفاق پڑتا مسئلہ پوچھ لیتے۔

اہل حدیث کا مسلک

اور خواص لوگوںسے جو اہل حدیث تھے۔ وہ حدیث کے ساتھ مشغول رہتے احادیث نبویہ اور آثار صحابہ ان کو اس قدر پہنچتے کہ کسی مسئلے میں ان کو اور چیز کی احتیاج نہ رہتی۔ حدیث مشہور یا صحیح پہنچتی۔ جس پر فقہاء میں سے کسی نے عمل کیا ہو۔ اوراس کے تارک کے لئے کوئی عذر نہ رہا ہو۔ یا جمہور صحابہ اور تابعین کے اقوال پہنچتے۔ جو ایک دوسرے کے موید ہیں۔ جن کی مخالفت اچھی نہیں اگر کسی مسئلہ میں تعارض نقل کی وجہ سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہونے کی وجہ سے اطمنان قلب نہ ہوتا۔ تو فقہاء معتقدین میں سے کس کے قول کی طرف رجوع کرتے۔ پس اگر وہ دو قول ہوتے تو زیادہ پختہ قول کو اختیار کرے خواہ مدینہ والوں کا ہو یا کوفہ والوں کا اہل تخریج جو امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلائے۔ وہ جس مسئلہ میں صریح قول نہ پاتے مذہب میں اجتہاد کرکے مسئلہ بتاتے اور یہ لوگ اپنے اماموں کے مذہب کی طرف نسبت کئے جاتے مثلاً کہا جاتا کہ فلاں شافعی ہے اور فلاں حنفی ہے اور کبھی اہل حدیث کو بھی بہت مسائل میں کسی مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے اس مذہب کی طرف نسبت کرتے جیسے نسائی۔ نسائی اور بیہقی شافعی کی طرف نسبت کئے جاتے تھے۔ پس اس وقت قاضی اور مفتی مجتہد ہی ہوتا تھا۔ اور مجتہد ہی کا نام فقیہ رکھتے تھے۔ پھر ان زمانوں کے بعد اور لوگ پیدا ہوگئے۔ جو دائیں بائیں جانے لگے۔ اور کئی اموران میں نئے پیدا ہوگئے جن سے جھگڑا اور خلاف بھی ہے جو علم فقہ میں ہے۔ (باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعہ و بعدھا ص 157-158)

حدیث کے مقابلہ میں مفتی کے قول یا فتویٰ کی کوئی اہمیت نہیں

چونکہ یہ بات بھی مسلم ہے۔ اس لئے انھیں تین چار احوال پر اکتفا کر کے یہ بتلاتے ہیں۔ کہ حدیث رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی مفتی کے فتویٰ یا کسی کے قول کی رعایت ہوتی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 60 میں لکھتے ہیں۔

وقد تواتر عن الصحابۃ والتابعین انھم کانوا اذا بلغھم الحدیث یعملون بہ من غیر ان یلاحظوا شرطا

صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین اور تابعین میں سے یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ک جب ان کو حدیث پہنچی تو اس پ عمل کرتے بغیر اس کے کہ کسی شرط کی رعایت کریں۔ دارمی کے صفحہ 44 میں ہے۔

قال ابن عباس اما تخافون ان تعذبوا اویخسف بکم ان تقولوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال فلان

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ تم ڈرتے نہیں کہ تم عذاب کیے جاؤ۔ یا زمین میں دھنسا دیئے جاؤ۔ اس بات پر کہ تم کہتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا اور فلاں نے کہا اور یعنی رسول اللہ ﷺ کا بالمقابل فلاں کا زکر کرتے ہو۔

حدیث کے مقابلے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔

تزکرۃ الحفاظ جلد 3 ص 53 میں محمد بن عبد الملک کے ترجمہ میں ہے۔

عن ابن عباس قال تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عروۃ نھی ابو بکر و عمر عن التمتع فقال ابن عباس ما تقول عروۃ قالنھی ابو بکر و عمر فقال اراھم سیھلکون اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقولون قال ابو بکر و عمر قال ابن حزم انھا لعظیمۃ ما رضی بھا قط ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھا

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا۔ عروہ نے کہا ابو بکر و عمر رضوان اللہ عنہم اجمعین نے تمتع سے منع کیا ابن عباس نے کہا کہاے عروہ تو کیا کہتا ہے کہا ابو بکر و عمر رضوان اللہ عنہم اجمعین نے منع کیا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب ہلاک ہوجایئں گے۔ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے کہا اور یہ کہتے ہیں۔ ابو بکر اور عم رضوان اللہ عنہم اجمعین نے کہا ابن حزم کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو کبھی پسند نہ کرتے۔

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت

ترمذی تبع مجتبائی کے ص 101 میں ہے۔

عی ابن شھاب ان سالم بن عبد اللہ حدثہ انہ سمع رجلا من اہل الشام وھو یسال عبد اللہ بن عمر ع التمتع بالعمرۃ الی الحج فقال عبد اللہ ابن عمر ہی حلال فقال الشامی ان اباک قد نھی عنھا فقال عبد اللہ بن عمو ارایت ان کان ابی نھی عنھا وصنعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رجل بل امر رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لقد صنعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سالم بن عبد اللہ نے ایک شخص کو اہل شام سے سنا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمتع کی بابت سوال کرتا ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے کہا حلال ہے۔ سائل نے کہا تیرے باپ عمر نے تو اس سے منع کیا عبدللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا یہ بتلا میرے باپ نے اس سے روکا ہو اور رسول للہ ﷺ نے کیا ہو تو کیا میرے باپ کا حکم مانا جائے گا۔ یا رسول اللہ ﷺ نے اسکو کیا ہے۔ نیز ترمذی طبع مجتبائی کے ص 110 میں ہے۔ مین نے ابو سائب سے سنا کہتے تھے۔ کہ ہم وکیع کے پاس تھے وکیع نے ایک شخص اہل رئے کو کہا کہ رسول للہ ﷺ نے اشعار 1 کیا ہے۔ اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ یہ مثلہ 2 ہے۔ اس شخص نے کہا ابراہیم نخعی نے بھی اسی طرح کہا ہے وکیع بڑے جوش میں آگئے۔ اور فرمایا کہ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو کہتا ہے ابراہیم نے کہا کہ کس قدر لائق ہے۔ کہ تو قید کیا جائے پھر قید سے نہ نکالا جائے یہاں تک کہ اس بات سے توبہ کرے۔

1۔ اشعار کہتے ہیں قربانی کے اونٹ کی کوہان میں زخم کرکے خون اوپر مل دینا تاکہ معلوم ہو یہ قربانی کا ہے۔ 2 مثلہ کے معنی ہیں اطراف کا کاٹنا جیسے ناک کان ہاتھ پاؤں وغیرہ۔

مسلم جلد اول طبع انصاری ص 48 میں ہے۔

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ہم عمران بن حسین کے پاس تھے ایک جماعت میں اور ہم مین بشیر بن کعب بھی تھا۔ پس عمران نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حیا سب خیر ہے۔ بشیر نے کہا ہم بعض کتابوں یا حکمت میں پاتے ہیں۔ کہ بعض حیاء اطمینان اور اللہ کے لئے عزت ہے۔ اور بعض حیاء ضعف ہے عمران غضب 1 میں آگئے۔ یہاں تک کہ آنکھیں سرخ ہوگئیں اور فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں۔

اور تو اس کا معارضہ کرتا ہے۔ پھر حدیث کو لوٹایا بشیر نے بھی اپنے کلام کو لوٹایا عمران زیادہ غضب میں آگئے۔ ہم ان کا غضب کم کرنے کے لئے یہی کہتے رہے کہ بشیر ہم سے ہے اس کے ساتھ ڈر نہیں یعنی یہ منافق یا بدعتی نہیں۔ اس قسم کے تشددات سلف کی حدیث کی بابت بہت تھے دیکھئے۔ ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کی مسجد میں جانے کی بابت حدیث سنائی تو انہوں نے کہا کہ وہ بہانہ بنا لیتی ہیں۔ ہم تو روکیں گے بس اتنی بات پر ایسے ناراض ہوئے کہ مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا۔ کیونکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حدیث کے سامنے انسان چون وچرا کرے یا کسی کے قول اور فتویٰ کی رعایت رکھے اسی واسطے

1۔ عمران بن حسین کے غضب میں آنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ حیا سے کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ یہ ایک ظاہر بات ہے کہ بعض دفعہ انسان زیادہ شرم کی وجہ سے مسئلہ نہیں پوچھتا اس واسطے بخاری کے صفحہ نمبر 24 میں لکھا ہے کہ متکبر اور شرم والا علم نہیں سیکھ سکتا بلکہ عمران بن حصین کے غصے مین آنے کی وجہ یہ تھی کہ حیاء کا فائدہ زیادہ ہے اور نقصان شاز و نادر ہی۔ ایسے شاز و نادر کے متعلق حضور ﷺ نے کالعدم قرار دے کر احیاء کو مطلقا خیر کہا ہے۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں۔ کہ آپ ﷺ سارا شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ حالانکہ چھوڑ بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ترمذی کے صفحہ 92 میں تصریح کی ہے۔ پس جب اس محاورے پر رسول اللہ ﷺ نے سب حیاء کو خیر کہا ہے۔ تو اب تک اس کی تقسیم کرنا اور یوں کہنا کہ بعض اس کا اطمینان اور عزت ہے۔ اور بعض ضعف ہے۔ یہ سراسر حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ تقسیم سے برابری کا شبہ ہوتا ہے۔ یعنی اس سے یوں سمجھا جاتا ہے۔ کہ حیا سے جہاں بہت سے فائدے ہیں وہاں نقصان بھی بہت ہیں۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بس یہ وجہ تھی عمران بن حصین کے غصے میں آنے کی وجہ یہ تھی۔ ورنہ شاذونادر نقصان سے کس کو انکار ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ ایسا کوئی شخص نہیں جسکی ساری باتیں لی جایئں مگر صاحب اس قبر کا یعنی رسول اللہ ﷺ ہاں اگر قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو کسی سے پوچھ لے لیکن التزام ایک کا نہ کرے۔ بلکہ جس سے اتفاق پڑے اور پوچھے بھی یوں کہ اس مسئلے میں خدا اور رسول ﷺ کا کیا حکم ہے۔ نہ یوں کہ فلاں کا کیا مذہب ہے۔ کیوں کہ صحابہ کے زمانے میں ایک مذہب کا التزام نہ تھا۔ نہ کوئی یہ خیال رکھتا تھا۔ نہ قرآن وحدیث میں ایک کی تعین کی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق فرمایا۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔ یعنی اگر تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ **انما شفاء العی السوال** (مشکواۃ باب التیم) یعنی جہالت کی شفاء پوچھنی ہے ایک مذہب کی تعین کرنا اس آیت وحدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ نے ایک کی تعین کی ہے۔ نہ رسول اللہ ﷺ نے بلکہ آیت وحدیث میں مطلق ہے۔ تو اب کسی دوسرے کو کیا اختیار ہے کہ وہ تعین کرے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ ٹھیٹھ اسلام میں تین باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن وحدیث کا صاف فیصلہ ہوتے ہوئے کسی کے قول یا فتویٰ کی رعایت نہ رکھے۔ دوسری یہ کہ اگر کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث سے فیصلہ نہ ملے تو وہاں پہلے لوگوں کے فیصلے کو اپنی رائے پر مقدم کرے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر خود قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو بغیر التزام تعین مذہب کے کسی سے مسئلہ قرآن وحدیث کا پوچھ لے بس یہی ٹھیٹھ اسلام ہے۔ اور یہی رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔ اسی پر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو چھوڑ کر رخصت ہوئے تھے۔ اب جتنا کوئی اس روش سے ہٹے گا۔ اتنا ہی حق سے دور ہوگا۔ اور جتنا اس سے نزدیک ہوگا اتنا ہی حق سے نزدیک ہوگا۔

مسلک اہل حدیث اور ٹھیٹھ اسلام میں کوئی فرق نہیں

اب ہم بتلاتے ہیں کہ وہ کونسا فرقہ ہے جو اس روش پر قائم ہے اس کے بتلانے کی ضرورت تو نہ تھی۔ کیونکہ ہر ایک طرز عمل ہی اس بات کی شہادت دے رہا ہے۔ کہ میں اس روش سے کتنا دور ہوں۔ اور کتنا نزدیک ہوں۔ لیکن جس فرقہ کو ہم اس روش پر بتلانا چاہتے ہیں۔ اس کے طرز عمل پر کیوں کہ غور نہیں کیا جاتا اور دور دور ہی سے ان کو لامذہب اور آئمہ دین کے حق میں بے ادب اور گستاخ کہہ کر کوسا جاتا ہے۔ اس لیئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کا طرز عمل تحریر میں لائیں۔ تاکہ کسی بھولے بھٹکے کو اس تحریر کے دیکھنے کے اتفاق ہو تو شاید برا کہنے سے باز آجائے۔ اور اگر زیادہ اسکی خوش قسمتی ہو تو یہی طرز عمل اختیار کرے اگرچہ اس طرز عمل کا کچھ زکر حجۃ اللہ کی عبارت میں ص 62 میں بھی گزر چکا ہے۔ لیکن یہاں قدرے تفصیل مطلوب ہے۔ پس سنیے۔ شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے صفحہ 36 نعایت 38 پر اہل حدیث کا طرز عمل بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل حدیث کی یہ رائے نہ ہوئی کہ پہلے لوگوں میں سے کسی ایک کی تقلید نہ کریں۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے لوگوں میں سے ہر ایک کے مذہب کے خلاف کئی احادیث اور آثار ہیں۔ تو اگر ایک کی تقلید کرتے تو ان احادیث و آثار کو چھوڑنا پڑتا حالانکہ طالب حق ایسا نہیں کرسکتا۔ پس انہوں نے ایسے چند قواعد کے ساتھ احادیث اور آثار صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین وتابعین مجتہدین کی جستجو اختیار کی جو انہوں نے اپنے دلوں میں محکم کر رکھے تھے۔ میں ان قواعد کو مختصر عبارت میں تیرے لئے بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں جب کوئی مسئلہ قرآن میں صراحتا ہوتا تو پھر کسی اور طرف نہ جاتے جب قرآن میں کئی معنوں کا احتمال ہوتا۔ تو حدیث فیصلہ کرنے والی ہوتی پس جب کتاب اللہ میں کوئی مسئلہ نہ پاتے تو حدیث کو لیتے خواہ وہ حدیث فقہاء میں مشہور ہو یا ایک شہر والوں نے یا ایک گھر والوں نے روایت کی ہو یا صرف ایک ہی سند سے مروی ہو اور یا صحابہ اور فقہا نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ اور جب کسی مسئلے میں حدیث ہوتی تو پھر اس مسئلے میں حدیث کے خلاف کسی کے قول یا اجتہاد کی تلاش نہ کرتے اور جب کسی مسئلے میں باوجود پوری تلاش کے کوئی حدیث نہ پاتے تو جماعت صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے اقوال اور جماعت تابعین کے اقوال لیتے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک قوم کے پابند نہ رہتے۔ جیسے ان سے پہلے لوگ کرتے تھے۔ پس جس مسئلہ پر جمہور علماء اور فقہا متفق ہوتے اسی کی اتباع کرتے اور جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو خلفاء اور فقہاء میں سے جو زیادہ عالم اور پرہیز گار ہوتا اس کی حدیث کو لیتے یا اس حدیث کو لیتے جو حدیث میں ان کے نزدیک زیادہ ضبط والا یا زیادہ مشہور ہوتا پس اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا جس میں یہ دو قول برابر ہوتے یعنی دلیل کی رو سے ایک دوسرے پر ترجیح نہ ہوتی تو وہ مسئلہ دو قول والا ہوتا۔ پس اگر اقوال صحابہ اور تابعین سے بھی عاجز ہو جاتے ہیں۔ تو قرآن وحدیث کے عمومات اور اشارات میں اور ان معنی میں جن کو عبارت چاہتی ہے غور کرتے یعنی قرآن وحدیث میں اجتہاد اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر حمل کرتے۔ جب کہ دونوں مسئلے سر سری طور پر ای دوسرے سے قریب ہوتے۔ اور دوسرے فقہا کی طرح اصول کے قواعد پر اعتماد نہ رکھتے بلکہ جو فہم کی طرف پہنچتا۔ اور جس سے سینہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ تواتر کے لیئے کوئی عدد مقرر نہیں نہ نقل کرنے والوں کے اوصاف کا اعتبار ہے۔ بلکہ جتنے عدد سے یقین ہو جائے جیسا کہ صحابہ کے حال میں ہم نے اس پر آگاہ کیا ہے۔ اور یہ اصول اہل حدیث کے پہلے لوگوں کے طرز عمل اور ان کی تصریحات سے لیئے گئے۔ (چنانچہ سلف کے طرز عمل کی تفصیل ہو چکی ہے)

اہل حدیث پر طعن درحقیقت صحابہ پر طعن ہے۔

ناظرین اہل حدیث کے اس طرز عمل کا مقابلہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کی روش سے کر کے بتلایئں کہ اہل حدیث کیسے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے قدم بقدم ہیں۔ حریفوں پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اہل حدیثوں پر طعن کرت ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ ہم درحقیقت صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین پر طعن کر رہے ہیں۔ ہاں اگر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کی روش کسی کو پسند نہ ہو تو اس کی مرضی جتنا وہ چاہے طعن کرے ایسے طعن کرنے والوں پر کچھ افسوس نہیں کیونکہ وہ تو اپنے اسلام کی ہی خیر منائے بیٹھے ہیں۔ لیکن جو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو اچھا کہتا ہے وہ خدا جانے کیوں طعن کرتا ہے۔ کہ وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ

بر برزگان بسوئے خوداست تف بسوئے فلک بروئے خوداست

طائفہ منصورہ اہل حدیث ہیں

اور سب سے بڑھ کر اس شخص پر افسوس ہے جو مذہب اہل حدیث کو نیا سمجھتا ہے۔ حالانکہ جو طرز عمل سلف کے موافق ہو اور عین ٹھیٹھ اسلام ہو اس کے نیا ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں خصوصا جب کہ حدیث **لاتنذال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق** کے مصداق بھی اہل حدیث ہی ہوں۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایک فرقہ کے ہمیشہ حق پر رہنے کی پشن گوئی فرمائی ہے۔

امام بخاریؒ کی شہادت

امام بخاریؒ کہتے ہیں اس سے مراد اہل علم یعنی اہل حدیث ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک اصل علم حدیث کا ہی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اپنے استاد علی بن مدینی سے نقل کیا ہے۔ ہم اصحاب الحدیث یعنی اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔

امام احمدؒ کی شہادت

امام احمد کہتے ہیں۔ **ان لم یکونوا اہل الحدیث فلا ادري من ہم** یعنی اگر اس سے مراد اہل حدیث 1 نہ ہوں۔ تو پھر میں نہیں جا نتا کہ کون ہیں ملاحظہ ہو فتح الباری جز 29 ص 671

1۔ بعض لوگ کہتے ہیں مذہب اہل حدیث تو پرانا ہے۔ مگر نام اہل حدیث نیا ہے۔ تو اس کی بابت عرض ہے کہ نام بھی پرانا ہے کہ یہ لقب خیر القرون سے چلا آتا ہے۔ اور امام احمد اور علی بن مدینی کے اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ یہ لقب بہت پرانا ہے اس کے علاوہ مسلم کے شروع میں

باب الاسناد من الدین میں ہے۔ عن ابن سیرین قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا سموالنا رجالکم فینظر الی اہل السنۃ فیوخذ حدیثہم و ینظر الی اہل البدع فلا یوخذ حدیثہم یعنی محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ اسناد کا سوال نہیں کرتے تھے۔ جب وہ فتنہ واقعہ ہوگیا۔ تو کہتے ہیں کے راویوں کے نام بتلاؤ۔ پس اہل سنت کو دیکھ کر ان کی روایات کی ہوئی لی جاتی اور اہل بدعت کو دیکھ کر ان کی روایات کی ہوئی حدیث ترک کی جاتی۔ محمد بن سیرین مشہور تابعی ہیں۔ ان کے کلام سے ظاہر ہوا کہ اہل سنت کا لقب ان سے بھی پہلے کا ہے۔ کیونکہ ماضی گزشتہ کا حال سنا رہے ہیں۔ اور سنت اور حدیث ایک شے ہے۔ تو اہل حدیث بعینہ اہل سنت ہوئے۔ اسی بناء پر امام احمد نے اپنے رسالے کے شروع میں جو عقائد میں انھوں نے لکھا ہے۔ اور ہندوستان میں مترجم ہو کر چھپ چکا ہے فرماتے ہیں۔ ہذہ مذاہب اہل السنۃ واصحاب الاثر واہل السنۃ المتمسنین بعروقہا المعروفین المقتدي بہم فیہا من لدن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا ہذا وادرکت علیہا من علماء الحجاز والشام وغیرہم یعنی یہ اہل سنت اور اہل حدیث کے عقائد ہیں۔ اور اہل سنت کے جو سنت کے دستاویز سے تمسک کرنے والے ہیں۔ جو اس میں مشہور مقتدی ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ کے زمانے سے آج تک اور جس پر میں نے علماء حجاز اور شام وغیرہ کو پایا۔ اسی رسالے کے اخیر پر فرماتے ہیں۔ یرحم اللہ عبدا قال الحق واتبع الاثر وتمسک بالسنۃ یعنی رحکم کرے اللہ اس بندے پر جس نے حق کہا اور اثر کی اتباع کی اور سنت سے استدلال کیا۔ ان دونوں عبارتوں میں اثر سے مراد روایات صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ اور سنت سے مراد حدیث ہے۔ اور اہل حدیث ان دونوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اس لئے کبھی ان کو سلفی کہتے ہیں اور کبھی اہل حدیث کبھی اصحاب الاثر اور کبھی اصحاب الحدیث وغیرہ پس معلوم ہوا کہ اہل حدیث بعینہ اہل سنت ہیں۔ اور یہ لقب اہل حدیث ما انا علیہ واصحابی سے ماخوذ ہے ما انا علیہ احادیث ہیں۔ اور اصحابی روایات صحابہ ہیں۔ اس کے بعد اصحاب رائے پیدا ہوگئے۔ جن کا زیادہ قصد تحصیل احادیث اور نقل اخبار کی طرف رہا وہ لقب پورے اہل سنت کے پورے مستحق تو نہ تھے۔ مگر چونکہ عقائد کے اعتبار سے وہ قریب قریب صحابہ کے تھے۔ اس لئے ان کے حق میں یہ لفظ استعمال ہوتا رہا۔ بس اسی طرح سے اہل سنت کا لفظ پھیل گیا۔

اکابر اہل حدیث

اس کے علاوہ اورسنیے شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص 35 میں لکھتے ہیں۔

فکان روس ہولاء عبدالرحمان بن مهدي ویحیی بن سعید القطان ویزید بن ہارون وعبدالرزاق وابو بکر ابی شیبۃ ومسدہنا واحمد بن حنبل واسحاق ابن راہویۃ والفضل بن دکین وعلی بن الدینی واقرانہم

یعنی اہل حدیث کے بڑے لوگ یہ ہیں عبد الرحمٰن بن مہدی۔ یحیٰ بن سعید قطان۔ یزید بن ہارون۔ عبد الرزاق ابو بکر بن ابی شیبہ مسدود۔ ہرہناد احمد بن حنبلؒ۔ اسحاق بن راہویہ۔ فضل بن وکین علی بن مدینی اوران کی مثل۔ بتلائیے ان لوگوں کا مذہب نیا تھا یا پرانا اصل میں جن لوگوں نے مذہب اہل حدیث کو نیا سمجھا ہے ان کو ہندوستان سے دھوکا لگا ہے کیونکہ ہندوستان میں پچاس کروڑ ساٹھ سال سے کچھ قبل مذہب اہل حدیث کا چنداں چرچا نہ تھا۔ اس سے بعض کوہتا نظروں نے یہ سمجھ لیا کہ مذہب اہل حدیث کی عمر ہی کل پچاس ساٹھ سال کی ہے۔ حالانکہ اس کی عمر سب مذاہب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ سب مذاہب سے پہلے موجود تھا۔ اورجب نئے مذاہب پیدا ہوگئے۔ تو بھی ہر زمانہ میں موجود رہا ہے اور آئندہ بھی ہے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ لاتذال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تقلید شخصی

مولوی اشرف علی تھانوی اپنے مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی کو ایک خط لکھا جس کے لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ میلاد مروجہ میں زکر کے علاوہ بہت سی تخصیصات اور قیودات ہیں جیسے خاص دنوں میں ہونا مجمع میں ہونا۔ اس کے فرش فروش اور روشنی کا انتظام ہونا زکر کے لئے خاص طریق مقرر ہونا اور پھر ایک موقعہ پر پہنچ کر سب مجمع کا کھڑا ہوجانا اس قسم کی ت تخصیصات اور قیودات کی وجہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کو کچھ اشتباہ ہوگیا۔ اور اس اشتباہ کو دور کرنے لئے انہوں نے مولوی رشید احمد کو یہ خط لکھا جس کے ضمن میں تقلید کا زکر بھی آگیا۔ یہ خط بہت طویل ہے۔ ہم بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد مولوی رشید احمد صاحب کا جواب نقل کریں گے۔ ان شاء اللہ

''مولوی اشرف علی کے خط کی نقل۔''

اب اس وقت دو امر قابل عرض ہیں۔ کہ تقلید مطلق آیا مطلقا ممنوع ہے۔ یا جب کہ اس قید کو مرتبہ مطلق میں سمجھا جاوے۔ یعنی اگر مطلق واجب تھا تو قید کو بھی واجب سمجھا جائے۔ اور اگر مندوب وموجب قرب تھا تو قید کو بھی مندوب وموجب قرب سمجھا جاوے درصورت اولیٰ تقیدات عادیہ میں شبہ ہوگا اور صورت ثانیہ میں جب مطلق کو عبادت سمجھا اور قید کو بنا اعلیٰ مصلحتا عادت سمجھا جاوے۔ تو فی نفسی اس میں قباحت نہ ہوگا۔ اگر مودی بہ فساد عقیدہ عوام ہو اس میں قبح بغیرہ ہوگا لیکن اس کا فاعل زبان سے اصلاح عقیدہ عوام با اعلان کرتا رہے۔ اس وقت بھی رہے گا یا نہیں۔ اگر نہ رہے گا فبہا اور اگر رہے گا تو اسصورت میں بعض اعمال میں جو اعوام میںشامل ہورہے ھ ہیں۔ اور ظاہر ان کی عقیدت میں ان کی نسبت غلو وافراط بھی ہے۔ اور خواص کے فعل بلکہ حکم سے اور قول سے بھی اس کی تایئد ہوتی ہے۔ اور اس کا وجوب شرعی بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ اور عوام بلکہ خاص میں اس پر مفاسد مرتب ہورہے ہیں۔ لیسے اعمال میں شبہ واقع ہوگا۔ مثلا تقلید شخصی عوام میں شائع ہورہی ہے۔ اور وہ اس کو علما وعملا اس قدر ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ تارک تقلید سے گو کہ اس کے تمام عقائد موافق کتاب وسنت کے ہوں اس قدر بغض ونفرت رکھتے ہیں۔ کہ تارکین صلواۃ فساق وفجار سے بھی نہیں رکھتے۔ اور خواص کا عمل وفتویٰ وجوب اس کا موید ہے۔ گو خود ان کو علیٰ سبیل الفرض اس قدر غلو نہ ہو اور دلیل ثبوت اس کی یہ مشہور ہے کہ ترک تلقید سے مخاصمت ومازعت ہوتی ہے کہ جو ممنوع ہے۔ سو مودی الی الممنوع ہوگا پس کی ضد واجب ہوگی مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آرائی علماء وکثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت ومنازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق واتحاد پایا جاتا ہے غرض اتفاق واختلاف دونوں جگہ ہے۔ اور مفاسد کا مترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے۔ ان کے قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے۔ خواہ کتنی ہی بعید ہو خواہ دوسی دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل

اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ کو دلاپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرف مذہب کےلئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں۔ دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتھد کو چھوڑ کر حدیث صریح پر عمل کریں۔ بعض سنن مختلف آمین بالجہر وغیرہ پر چرب وضرب کی نوبت آجاتی ہے۔ اور قرون ثلاثہ میں اس کو شیوع بھی نہ ہوا تھا۔ بلکہ کیف ما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کرلیا۔ اگر اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ کہ مذاہب اربعہ چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق داریہ منحصر ان چاروں میں ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر امانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوا ہی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہوجائے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہ ہوا البتہ ایک واقع میں تلفیق کرنے کو منع لکھا ہے تاکہ اجماع مرکب کے خلاف نہ ہوجائے۔ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان وجوب مشہور و معمول ے سو اس کا قبح کس طرح مرفوع ہوگا انتہیٰ عبارۃ (تذکرہ الرشید حصہ اول صفحۃ130۔131)

مولوی رشید احمد صاحب کا جواب

از بندہ رشید بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایندہ خط آپ کا آیا بظاہر آپ نے جملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کرلیا اور قبول فرمالیا البتہ تقلید شخصی کی نسبت کچھ تردد آپ کو باقی ہے لہذا اس کو جواب لکھواتا ہوں مقید بامر مباح میں اگر مباح حد سے نہ گزرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے۔ اور دونوں سے اگر کوئی امر واقع ہوجائے تو ناجائز ہوگا۔ اس مقدمے کو خود تسلیم کرتے ہو اب تقلید کو سنو مطلق تقلید مامور بہ ہے۔ لقولہ تعالیٰ ۔ ۔ ۔ قرآن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بوجہ دیگر نصوص مگر بعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بہ سبب اس کے لاابالی اپنے دین سے ہوجاتے ہیں۔ اور اپنی ہوائے نفسانی کا اتباع گویا اس لازم ہے۔ کہ طعن علماء مجتھدین و صحابہ کرام اس کا ثمرہ ہے ان امور کے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے اگر تم بغور دیکھو گے تو یہ سب امور تقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئیں گے اور اس پر ان کا مرتکب ہونا آپ پر واضح ہوجائے گا۔ لہذا تقلید غیر شخصی اس بد نظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ ہوگئی پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہوگئی۔ اس واسطے کے تقلید مامور بہ کی دو نوع ہیں۔ شخصی و غیر شخصی بمنزلہ جنس ہے۔ اور مطلق کا وجود کارج میں بدوں اپنے کسی فرد کے محال ہے۔ پس جب غیر شخصی حرام ہوئی بوجہ لزوم مفاسد تو اب شخصی معین مامور بہ ہوگئی۔ اور جو چیز کے اللہ کی طرف سے فرض ہو اگر اس میں کوئی مفاسد پیدا ہوں۔ اور اس کا حصول بدون اسی ایک فرد کے ناممکن ہو۔ تو وہ فرد حرام نہ ہوگا۔ بلکہ ازالہ ان مفاسد کا ان سے واجب ہوگا اور اگر کسی ماموع کی ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع اس نقصان سے ہو تو وہی فرد خاصۃ مامور بن جاتا ہے۔ اور اس کے عوارض میں اگر کوئی نقصان ہو تو اس نقصان کو ترک کرنا واجب ہوگا نہ اس فرد کا یہ حال وجوب تقلید شخصی کا ہے اسی واسطے تقلید غیر شخصی کو فقہاء نے کتابوں میں منع لکھا ہے۔ مگر جو عالم غیر شخصی کے سبب بتلا ان مفاسد مذکورہ کا نہ ہو اور نہ اس کے سبب سے عوام میں رجحان ہو اس کی تقلید غیر شخصی اب بھی جائز ہوگی مگر اتنا دیکھنا چاہیے کہ کہ تقلید شخصی و غیر شخصی دو نوع ہیں۔ کہ شخصیت و غیر شخصیت دونوں فصل ہیں جنس تقلید کی کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے کیونکہ یہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں۔ پس اس کا حال قیود مجلس میلاد سے جدا ہے بادی النظر میں یہ دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر غور کیا جائے تو واضح ہے کہ زکر ولادت جدا شے ہے۔ اور فرش فروش روشنی وغیرہ قیود مبحوثہ کوئی فصل زکر کی نہیں بلکہ امور منضمہ ہیں کہ بدوں ان کے زکر ولادت حاصل ہوسکتا ہے سو ایک کو دوسرے پ قیاس کرنا درست نہیں لہذا اوپر کے کلیہ سے مباح منضم کا حال معلوم ہوچکا ک جب تک اپنی حد پر ہوگا تو جائز اور جب اپنی سحد سے خارج ہوا تو ناجائز اور امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جزر بھی ناجائز ہوجاوے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہوجاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرکب حلال سے حلال اور حرام سے حرام ہوتا ہے۔ یہ کلیہ فقہ کا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس تقریر سے آپ کی اس طویل تقریر کا جواب حاصل ہوگیا۔ ہوگا جو آپ نے دربارہ تقلید لکھی ہے لہذا زیادہ بسط کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ تم خود فہیم ہو انتہیٰ کلامبہ وتذکرہ الرشید حصہ اول صفحہ 132۔133) محدث روپڑی صاحب فرماتے ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ ۔ ۔ ۔ قرآن ۔ ۔ ۔ میں مطلق تقلید کا حکم ہے۔ اور اس کی دو نوع ہیں۔ شخصی اور غیر شخصی۔ غیر شخصی اگرچہ کچھ مدت تک جاری رہی مگر بعد ایک مدت کے اس میں مفاسد پیدا ہوگئے اس لئے یہ ممنوع ہوگئی اور تقلید شخصی واجب ہوگئی کہ کوینکہ مطلق تقلید کے ادا کرنے کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے اور اس میں بھی کچھ مفاسد پیدا ہوں تو ان مفاسد کو دور کرنا چاہیے نہ کہ تقلید شخصی کو حرام کیا جائے۔ ناضرین خیال فرمادیں کہ اس جواب میں مولوی رشید احمد نے کیسے آنسو پونچھے ہیں اتنا خیال نیں کیا کہ جب تقلید غیر شخصی مفاسد کیوجہ سے ممنوع ہوگئی تو تقلید شخصی کیوں ممنوع نہ ہوگی اور جیسے تقلید شخصی سے پیدا شدہ مفاسد دور ہوسکتے ہیں تو تقلید غیر شخصی سے مفاسد کیوں دور نہیں ہوسکتے اگر یہ خیال ہو کہ تقلید غیر شخصی میں مفاسد زیادہ ہیں تو یہ بھی خلاف واقعہ ہے چنانچہ ہم نے تعریف اہل حدیث حصہ دوم میں صفحہ 83 سے صفحہ 45 تک اس کی کافی تفصیل کی ہے۔ اور مولوی اشرف علی صاحب کا مذکورہ بالاخط بھی اس کا شاہد عدل ے ہ بلکہ تقلید غیر شخصی میں قطعا مفاسد نہیں کیونکہ خیر قرون کی روش ہے اور جو مفاسد

مولوی رشید احمد صاحب نے زکر کئے ہیں۔ وہ در حقیقت خیر قرون کی روش کی مخالفت کی ہو کہ تقلید شخصی شروع کردی۔ ہویا اس طرح سے مخالفت کی ہو۔ کہ قرآن وحدیث کا مطلب سلف کے خلاف سمجھا ہو اسی طرح سے مخالفت کی ہو کہ اپنی پیدائش وفات بیاہ شادی وغیرہ میں افراط و تفریط سے کام لیا ہو بہر صورت سب مفاسد کا منبع مخالفت سلف ہے موافقب سلف اگر مفاسد کا منبع ہو توان کو خیر قرون کہنا ہی صحیح نہیں کیونکہ خیر قرون کے معنی یہ ہیں کہ ان کی روش سب روشوں سے بہتر ہے۔ پھر اخیر میں مولوی رشید احمد صاحب نے میلاد مروجہ اور تقلید میں جو فرق بتلایا ہے کہ زکر ولادت ان قیود کے بغیر ہوسکتا ہے۔ اور تقلید کا وجود بدوں ان فصول (شخصیت اور غیر شخصیت کے محال ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ خیر قرون میں حسب زعم ان کے تقلید تھی اور شخصیت نہ تھی اور مقلدیں میں تقلید ہے۔ اور غیر شخصیت نہیں پس دونوں کے بغیر تقلید کا وجود پایا گیا۔

اگر کہا جائے کہ دونوں اسمیں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ تقلید کا وجود ہو اور وہاں نہ شخصیت ہو نہ غیر شخصیت تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے شخصیت کے ساتھ غیر شخصیت کو لیا ہے۔ اسی طرح میلاد میں قیود کے ساتھ غیر قیود کو لیا جائے تو تقلید میں اور میلاد میں کچھ فرق نہیں رہے گا۔ یعنی جیسے تقلید میں شخصیت اور غیر شخصیت سے ایک کام کا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح زکر ولادت میں قیود اور غیر قیود سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ پس جیسے شخصیت اور غیر شخصیت فصل ہیں اسی طرح قیود غیر قیود بھی فصل ہوں گے۔ یہ جواب تو مولوی رشید احمد صاحب کی روش کے موافق تھا اب اصل تحقیق سنیے۔

اصل تحقیق

مولوی رشید احمد صاحب نے یہاں ڈبل غلطی کی ہے۔ اور تقلید کی خاصیت ہی ایسی ہے کہ اس کے مرتکب کو سیدھی بات نہیں سوجھتی کیونکہ تقلید خود ایک ٹیڑھا رستہ ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ شخصیت کے دو معنے ہیں ایک ی کہ جب مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہو تو کسی شخص سے پوچھے غیر شخص سے نہ پوچھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ شخصیت محل نزاع نہیں اور نہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو ہے شخص ہی ہے۔ نہ کہ غیر شخص تو غیر شخص سے پوچھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرے معنی یہ ین کہ پوچھنے کےلئے ایک شخص کو معین کرلے یعنی دل میں اس بات کا التزام کرے کہ ہر مسئلہ فلاں شخص سے پوچھوں گا۔ یہ شخصیت محل نزاع ہوسکتی ہے۔ اور ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں غیر شخصیت ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس قسم کا التزام نہ کرے خواہ ایک سے پوچھنے کا اتفاق ہو یا کسی ایک سے اتفاق ہو تو اس کا غیر شخصیت ہونا ظاہر ہے اگر ایک سے اتفاق ہو تو اس کے غیر شخصیت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے التزام نہیں کیا مثلاً وہ ایک جگہ رہتا ہے اور وہاں ایک ہی عالم ہے تو اس سے ہمیشہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرلیتا ہے۔ مگر دل میں یہ التزام نہیں کہ اگر کوئی دردسر عالم یہاں آجائے یا مجھے دوسری جگہ جانے کا اتفاق ہو۔ تو پھر بھی اسی کا مسئلہ مانوں گا۔ تو یہ صورت غیر شخصیت ہی ہوگی۔ کیونکہ اس نے شخص معین کا التزام نہیں کیا بلکہ اتفاق ایسا ہوگیا کہ وہ ایک ہی سے پوچھتا رہا۔ جب شخصیت کے دونوں معنی معلوم ہوچکے اور یہ بھی معلوم ہوچکا کہ دوسرا محل نزاع ہے نہ کہ پہلا تو اب بتلایئے۔ کہ اس التزام کو مسئلہ پوچھنے میں کیا دخل ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی دخل نہیں جیسے میلاد مروج میں زکر ولادت کے ساتھ قیود زائد لگے ہوئے ہیں جن کو مولوی رشید احمد صاحب نے امور منظمہ کہا ہے۔ اسی طرح کسی سے مسئلہ پوچھنے کے ساتھ اسی قسم کا التزام ایک قید زائد یا امر منضم ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ میلاد مروج کو تو بدعت کہا جائے اور تقلید شخصی متنازعہ فیہ کو بدعت نہ کہا جائے۔

منطقی اصلاحات میں ڈبل غلطی

مولوی رشید احمد صاحب نے اس جگہ منطقی اصلاحات میں بڑی ڈبل غلطی کی ہے خدا جانے مہارت نہ تھی یا تقلید کے اثر سے ایسا ہوا دیکھیے۔ شخصیت کے معنی میں دھوکہ کھا کر اس کو فصل قرار دینا تو الگ رہا ہے اس کے مقابلہ میں غیر شخصیت کو بھی فصل قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ غیر شخصیت مفہوم عدی ہے جو کسی صورت وجودی شے تقلید کا فصل بننے کے قابل نہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر دیکھئے۔ یہ کسی قدر غلطی کی ہے کہ فرماتے ہیں۔ مطلق تقلید مامور ہے لقولہ تعالیٰ

اور اس ک دو نوع شخصی اور غیر شخصی قرار دی ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کیا کہ جس مطلق تقلید کا امر اس آیت میں ہے۔ وہ غیر شخصی ہے کیونکہ التزام کی قید نہیں اور قرآن وحدیث میں جو قید نہ ہو۔ اس قید کا اضافہ کرنا قرآن وحدیث کی مخالفت ہے تو پھر شخصی اس کا نوع کیسے بنی۔ اگر اس کو اصولی طور پر سمجھنا ہو تو یوں سمجھے۔ کہ نور الانواز وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ قرآن ۔ ۔ ۔ ۔ اس آیت میں مطلق قرات کا حکم ہے تو حدیث کے ساتھ اگر فاتحہ کی تعین کی جائے تو یہ

کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ جو نسخ ہے پس اسی طرح تقلید شخصی کو۔۔۔ قرآن۔۔۔ کے خلاف سمجھنا چاہیے نہ کہ ماموربہ میں داخل ہیں۔ بلکہ زیادہ خلاف سمجھنا چاہیے کیوں کہ تقلید کی بابت تو کوئی حدیث بھی نہیں آئی۔ اگر اور وضاحت تو سنیئے!

عام بول کر خاص من حیث الخاص کا ارادہ کرنا مجاز ہے۔ کیونکہ اس کی حیثیت سے یہ خاص لفظ کا موجوع نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ لفظ کو مجازی معنی پر حمل کرنا اس لفظ کی مخالفت ہے اسی لئے مجازی معنی کے لئے کوئی قرینہ قائم کرنا پڑتا ہے۔ جب خاص کر یہ حالت ہو تو بتلائیے۔ کہ تقلید شخصی جس کی حقیقت میلاد مروج کی طرح امر منضم سے پیدا ہوئی ہے۔ اس آیت مین نوع ماموربہ کسی طرح بنی۔

جو کہنا ہے سو کہہ لیکن سمجھ کر مرد نعمانی

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اس لئے تعریف اہل حدیث حصہ دوم میں صفحہ 83 سے صفحہ 145 تک ہم نے بڑے زور شور سے لکھا ہے۔ کہ تقلید شخصی قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے۔ اور اجماع صحابہ رجوان اللہ عنہم اجمعین بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے۔ اور آیت کریمہ میں۔۔۔۔۔ قرآن۔۔۔ وغیرہ میں جس سوال کا زکر ہے۔ اول تو وہ تقلید ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی اتباع ہے۔ اگر کوئی زورازوری اس کا نام تقلید رکھ لے تو اس کی خوشی وہ خواہ مجتہد کو بھی مقلد کہہ دے کیونکہ مجتہد بھی قرآن وحدیث کی اتباع کرتا ہے۔ سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

ایک بات یہاں اور سنیئے!جس تقلید کی نسبت اصل نزاع ہے وہ چار اماموں کی تقلید ہے جس کی صورت یہ ہے کہ کسی امام سے مسئلہ پوچھنے کے وقت یوں کیا جائے کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ صاحب کا یا فلاں امام کا کیا ارشاد ہے۔ اور آیت کریمہ۔۔۔ قرآن۔۔۔۔ میں جس سوال کا زکر ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ علم نہ ہو تو کسی علم والے کو کہے کہ اس مسئلے میں خدا اور رسول ﷺ کا کیا ارشاد ہے۔ کہ معصوم کی جگہ غیر معصوم امام ابو حنیفہ کو یا کسی اور امام کو دیکھ یوں کہے کہ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ کا یا فلاں امام کا کیا ارشاد ہے۔ اب بتلائے کہ اس آیت کو تقلید متنازع فیہ سے کیا تعلق اگر امام صاحب زندہ ہوتے تو ان سے یہی سوال ہوتا کہ اس مسئلے میں خدا اور رسول ﷺ کا کیا ارشاد ہے۔ اور اہل زکر سے مراد کتاب اللہ ہے یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خدا اور رسول ﷺ کا ارشاد پوچھے بلکہ۔۔۔۔ قرآن۔۔۔۔ کے بعد۔۔۔ قران۔۔۔۔۔۔ ہے وہ بھی اسی طرف ارشاد ہے اور مسلمان کی شان بھی یہی ہے۔ کے اللہ اور رسول ﷺ کا ارشاد پوچھے نہ یہ کسی امام کے مذہب کا التزام کر کے یوں سوال کرے کہ امام کا کیا ارشاد ہے۔ پھر اللہ جانے اس آیت کو متنازعہ فیہ میں کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ اس آیت میں نہ اس التزام کا کوئی زکر ہے نہ اسی طرح سوالکرنے کا کوئی ارشاد ہے ان باتوں پر اس آیتسے استدلال کرنا الفاظ آیتسے نہایت بعید ہے تعجب ہے کہ اصول فقہ میں تو خبر واحد سے مطلق کو مقید کرنے کی اجازت نہیں دی یہاں اپنی طرف سے ہی سب تصرفات ہو رہے ہیں۔

جہاں ہمارا زوالجلال گدھا خچر سبھی حلال

واللہ ہمیں رہ رہ کر تعجب آتا ہے۔ کہ ایک کام رسول اللہ ﷺ دو طرح سے کرتے ہیں۔ جیسے نماز سے سلام پھیر کر کبھی دایئں طرف یٹھنا کبھی بایئں طرف اس میں ایک جانب کا التزام تو شیطانی کام ہو جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اور ایک دوسرا کام جس پر عمل ہونا تو کجا قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے۔ اور اجماع صحابہ رجوان اللہ عنہم اجمعین بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے۔ بلکہ اصول فقہ کے بھی خلاف ہے۔ اس کو آج رحمانی کام کہا جاتا ہے۔ بلکہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ درجے تک پہنچایا جاتا ہے۔ یعنی فرض خیال کیا جاتا ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

ناضرین خیال فرمائیں کہ افتاء کے گدی نشینوں کی بے خبری آج کہاں تک نوبت پہنچا رہی ہے خیر اور علوم خاص کہ قرآن وحدیث سے ان کی بے خبری تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ تقلید کی اندھیری کوٹھری میں پڑے ہیں مگر جب ہم ان کے اصول فقہ میں جو ان کے تقلیدی مذہب کی روح رواں ہے کمزور پاتے ہیں تو بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے ۔

نہ خدا ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11 ص 272-318

محدث فتویٰ